نفع بخشی قرآن مجید کی روشنی میں

مؤلف

مولانا غیاث احمد رشادی

ناشر

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن رجسٹرڈ۔۶۷۵

www.rashadibooks.com

مصنف سے تحریری اجازت کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی اجازت ہے

نامِ کتاب: نفع بخشی قرآنِ مجید کی روشنی میں
مؤلف: مولانا غیاث احمد رشادی
صفحات: ......۴۳......
سنِ اشاعت: جولائی ۲۰۱۱ء شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
تعداد اشاعت: ایک ہزار
کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد مجاہد خان،

ناشر

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ۔۶۷۵
متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد، انڈیا۔فون 24551314، سیل: 9849064724
ویب سائٹ: www.payaamerashadi.org
فون وفیاکس: 0091-04-24551314

ملنے کے پتے

- مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد- فون: 24551314
- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد۔
- کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد -
- ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-
- ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-

نفع بخشی

فاما الزبد فیذھب جفاءً ' واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض(الرعد :۱۷)

''رہا جھاگ تو وہ رائیگاں ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لیے کار آمد ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے''

جو اشیاء غیر منفعت بخش ہوتی ہیں اور جس میں نافعیت کا پہلو نہیں ہوتا وہ جھاگ کی شکل میں اٹھتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے فنا ہو جاتی ہیں نہ کوئی اس جھاگ کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اُسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ہر وہ چیز جس میں نافعیت کا پہلو ہوتا ہے اور اس سے جو تصرف کے منافع وابستہ ہوتے ہیں تو وہ مستحکم ہوتا چلا جاتا ہے۔اور حق تعالیٰ اسے زمین میں قرار نصیب کرتے ہیں اور خلقِ خدا اس سے استفادہ کرتی ہے'ان مثالوں میں جہاں حق کے غالب ہونے اور باطل کے مغلوب ہونے کو واضح کیا گیا ہے وہیں نفع رسانی کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے اور غیر نافع اشیاء کو ناپائیدار قرار دیا گیا ہے۔ نیز حق جیسی عظیم حقیقت کو سمجھانے کے لیے نافع اشیاء کو بطور مثال پیش فرمایا اور باطل جیسی بے وقعت شئی کی مثال غیر منعفت بخش چیزوں سے دی' اس مثال سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مخلوق کے لیے نافع اشیاء کی حق تعالیٰ کے یہاں کتنی قدر و قیمت ہے۔

فہرست مضامین

ابتدائیہ	۶
خالق کائنات خود نافع للناس ہے	۸
قرآن مجید نفع بخش کتاب ہے	۹
نافع رب کے بھیجے ہوئے نبی بھی نافع	۹
آخری اُمت کو ساری انسانیت کی نفع بخشی کیلئے پیدا کیا گیا	۱۰
دین اسلام کے مزاج میں نفع رسانی کا پہلو آیاتِ قرآنی کی روشنی میں چند مثالیں	۱۱
نہ ماں کو تکلیف نہ باپ کو	۱۱
احسان جتلا کر ضرر نہ پہنچائیں	۱۲
کاروباری معاملات میں کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ پہنچائی جائے	۱۳
دین میں زبردستی نہیں ہے اس لئے کہ زبردستی میں ضرر ہے	۱۴
قسم کا کفارہ اور مسکین کو کھانا مل گیا	۱۵
غلطی سے قتل اور غلام آزاد ہو گیا	۱۵
ظہار کا کفارہ اور مسکینوں کا کھانا کھلانا	۱۶
روزہ کا فدیہ اور مسکین کو کھانا کھلانا	۱۷
انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوتِ دین، عبادتِ الٰہی اور رفاہی خدمات	۱۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی	۱۸
حضرت داؤد علیہ السلام نے مظلوموں کی حمایت کی	۱۹
حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو حق تلفی سے روکا	۲۲
حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اونٹنی کے قتل سے روکا	۲۳
حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے زمانے میں انسانوں اور جانوروں کی جانیں بچائی	۲۳

حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون سے آزاد کرایا	۲۴
حضرت موسی نے حضرت شعیب علیہما السلام کے جانوروں کو پانی پلایا	۲۵
حضرت داود و سلیمان علیہ السلام نے اپنے فیصلہ سے حقدار کو حق دلایا	۲۶
حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو ڈرانے دھمکانے سے روکا	۲۷
قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی رفاہی خدمات	۲۸
خواب کی تعبیر بھی خدمتِ خلق میں داخل ہے	۲۹
حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت کا غذائی کنٹرول سنبھالا	۲۹
حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا رفاہی و علمی سفر	۳۱
حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کی کفالت کی	۳۳
وہ نفع بخش کلمات جن کو قرآن مجید نے قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا ہے	۳۴
نفع بخش کوے کا قرآن مجید میں تذکرہ ایک کوے نے انسان کو سکھلایا کہ مردے کو دفن کیسے کیا جائے	۳۵
ایک کتے نے نوجوانوں کی ایک جماعت کی نگہبانی کی	۳۶
چیونٹی نے اپنی ساتھی چیونٹیوں کی جان بچائی	۳۶
نفع بخش پرندہ کا قرآن مجید میں ذکر ہد ہد دین کی دعوت کا ذریعہ	۳۷
ساری انسانیت کے لیے شفاء کا ذریعہ بننے والی شہد کی مکھی کا تذکرہ	۳۸
طاقت بخش دودھ دینے والے جانوروں کا قرآن مجید میں تذکرہ	۳۹
قارون کے دور کے نیک لوگوں کا نفع بخش جملہ	۴۰
حضرت آسیہ کا نفع بخش جملہ	۴۱
حضرت موسیٰ کے خلاف قتل کی سازش کی خبر دینے والے کا نفع بخش جملہ	۴۲
حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بیان کرنے سے روکا	۴۳
حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی کا وہ مشورہ جو نفع بخش ثابت ہوا	۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کی بابرکت و نفع بخش آیات کی تلاوت اوران آیات میں غور وغوص و تفکر و تدبر کے بعد نیز نبی رحمت ﷺ کے اِرشاداتِ مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مطالعہ کے بعد دیگر کئی نتائج کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ دونوں مقدس و بنیادی سرچشمے اپنے ماننے والوں کو دنیا جہاں کیلئے نفع بخش اور بے ضرر بنانا چاہتے ہیں۔

میں نے اپنے ایک طویل بیرونی سفر کے دوران قرآن مجید کو اپنے ہاتھوں میں لیے اس نظریہ کے ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ شروع کیا کہ دیکھوں کہ قرآن مجید نفع بخشی اور ضرر رسانی کے سلسلہ میں اپنے ماننے والوں کو بالراست یا بالواسطہ کیا کیا ہدایات دیتا ہے اوراس سلسلہ میں کس طرح یہ مقدس کتاب ہماری رہنمائی کرتی ہے؟

چنانچہ اس ابتدائی کوشش کے بعد مجھے ایسے واقعات، مثالیں، ہدایات اور ایسے اشارے ملے جن کے حصول کے بعد اِرادہ ہوا کہ امت کے سامنے اس کا خلاصہ پیش کیا جائے، میں نے جیسے جیسے ان آیات ربانی کا مطالعہ کیا، جن میں نفع رسانی اور ایذا رسانی سے متعلق مختلف اِشارے موجود ہیں تو ذہن میں ایک خاکہ اس سلسلہ میں تیار ہوا وہی خاکہ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے، چونکہ تقریباً پانچ سال سے خدمتِ خلق کے میدان میں اپنی بساط کے بقدر کام کرنے کی توفیق ملی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب میری اوراس میدان میں کام کرنے والے جمیع رفقاء کی حوصلہ افزائی کا باعث بنے گی اوراس ضمن میں آیات قرآن میں نفع رسانی کے میدان میں کام کرنے والوں کیلئے جو بشارتیں ہیں ان بشارتوں سے خاص قسم کی قوت میسر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ دین میں جلبِ منفعت اور دفع مضرت کا جو مزاج رکھا ہے اور

اپنے ماننے والوں کوایذا رسانی کی راہ سے ہٹا کرنفع بخشی کی جانب کس طرح موڑا ہے، میں ابتدائی چند ذیلی مضامین کے ذریعہ آیات قرآنی کے حوالے سے اس پر روشنی ڈالوں گا، پھراس کے بعد انسانی تاریخ میں گزرے ہوئے ان واقعات کا تذکرہ کروں گا جن کا ذکرِ خیر قرآن مجید نے کیا ہے جن کا تعلق نفع رسانی سے ہے یا لوگوں کو اذیت سے بچانے سے ہے، جن حقائق کا اندازہ آپ ذیلی سرخیوں سے لگا سکتے ہیں۔

خدمتِ خلق کے اس فریضہ کی جانب عرصہ سے زیادہ تر متوجہ رہنے کی وجہ سے قلم کے استعمال کی عادت ختم ہونے کے قریب ہوچکی ہے، میں دوبارہ اپنے قلم کو حرکت دینے کی کوشش کررہا ہوں اوراس کیلئے اپنے میدان سے متعلق ہی موضوع کا انتخاب بھی کیا ہے تاکہ مناسب کی وجہ سے تحریر میں آسانی بھی رہے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اوراس کتاب کی تحریر کیلئے اللہ تعالیٰ میرے سینہ کو کھول دے اوراس کام کو میرے لئے آسان کردے اور تادمِ آخر اپنی مدد شامل حال رکھے۔

رب اشرح لی صدری و یسرلی امری o

اے میرے رب! میرے لئے میرے سینہ کو کھول دے اور میرے لئے میرے کام کو آسان فرما دے۔

غیاث احمد رشادی

یکم جمادی الاوّل ۱۴۳۲ھ

خالق کائنات خود نافع للناس ہے

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مذہب اسلام کے مزاج، اس کی فکر اور اس کے تقاضے کو سمجھے تو اسے چاہئے کہ وہ پہلے آفاقی کتاب قرآن مجید کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرے، اس کے بعد اس کتاب کو ربِ ذوالجلال نے جس نبیِ آخرالزماں پر اتارا ہے اس نبی کی سیرت اور آپ ﷺ کی پاکیزہ زبان سے کہی ہوئی احادیث شریفہ کا مطالعہ کرے، جو شخص صاف دل کے ساتھ ان آیات عظیمہ اور احادیثِ شریفہ کا مطالعہ کرے گا وہ اسلام کے مزاج، اسلام کی فکر اور اس کے تقاضے کو سمجھ سکے گا، اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسانوں کی نفع رسانی کیلئے پیدا کیا ہے، یہ زمین و آسمان، یہ چاند و سورج، یہ دن اور رات، یہ سمندر اور پہاڑ، یہ چرند و پرند، یہ درندے اور چوپائے، یہ کشتیاں و دیگر سواریاں، یہ ہوائیں اور بادل، یہ شجر و حجر، یہ کل کائنات انسانیت کو نفع پہنچانے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۶۴) کو غور وفکر کے ساتھ پڑھئے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ o

’’تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں اور جہازوں میں جو چلتے پھرتے ہیں سمندروں میں انسان کے نفع کی چیزیں لئے ہوئے اور اللہ تعالیٰ آسمان سے جو بارش برساتے ہیں پھر زندگی بخشتے ہیں اس کے ذریعہ زمین کو سوکھنے کے بعد اور پھیلاتے ہیں، زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں‘‘

جس رب ذوالجلال نے دین اسلام کو دین حق بنا کر بھیجا وہ رب ذوالجلال خود بھی نافع ہے جس نے لوگوں کو نفع پہنچانے کیلئے اس پوری کائنات کا وجود بخشا، اس رب ذوالجلال کے ننانوے ناموں میں النافع (نفع پہنچانے والا) بھی ایک پیارا نام ہے۔

قرآن مجید نفع بخش کتاب ہے

نفع پہنچانے والے رب ذوالجلال نے جو دین اتارا ہے اس دین میں بھی نفع بخشی کا عنصر رکھا ہے اور جو کتاب نازل کی ہے وہ بھی اپنے اندر نفع ہی نفع رکھتی ہے جس کی حقیقت بیانی سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں کی گئی کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے، جو کتاب اللہ سے ڈرنے والوں کو ہدایت کی راہ بتاتی ہو، اس سے زیادہ نفع بخش کونسی چیز ہوسکتی ہے؟

جس کتاب نے کروڑوں انسانوں کو راہِ حق بتلایا، جس کتاب نے کروڑوں انسانوں کو جنت کی راہ بتلائی، جس کتاب نے کروڑوں انسانوں کو جہالت کی تاریکی سے نکالا اور علم کی ابدی روشنی عطا کی اس کتاب سے بڑھکر دوسری کونسی کتاب نفع بخش ہوسکتی ہے؟

نافع رب کے بھیجے ہوئے نبی بھی نافع

جس نافع رب ذوالجلال نے جس تاریخ ساز شخصیت پر یہ نافع کتاب اتاری اس شخصیت کو بھی بے مثال نافع بنادیا، نبی رحمت ﷺ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ اور ہر ہر پہلو نفع رسانی سے لبریز ہے، آپ ﷺ کی مکی و مدنی زندگی، آپ ﷺ کی جلوت و خلوت، آپ ﷺ کے سفر و حضر، آپ ﷺ کا اندر و باہر، آپ ﷺ کی راتیں اور دن نفع رسانی میں گزریں، سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والا آپ ﷺ کی زندگی میں گزرے ہوئے تمام واقعات میں کوئی ایک واقعہ ایسا بتلائے جس میں آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کسی کو نقصان یا ضرر پہنچایا ہو؟ آپ ﷺ کا دشمن بھی آپ ﷺ کے بارے میں ایسی گواہی دینے سے قاصر ہے۔ آپ ﷺ کو جس رب ذوالجلال نے نبی بنا کر بھیجا اپنی آخری آفاقی کتاب میں ہی اس رب نے بتلادیا کہ اس نبی کی شان کیا ہے؟

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸/التوبہ)

''تم لوگوں کے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو خود تم ہی میں سے ہیں، جن کو تمہارا نقصان شاق گزرتا ہے، جو تمہاری منفعت کے حریص ہیں''

قرآن مجید کا یہ اعلان آپ ﷺ کے نفع بخش و بے ضرر ہونے کیلئے کافی ہے، مزید براں آپ کے بارے میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۱۵۹/آل عمران)

''سب کچھ اللہ ہی کی بڑی رحمت ہے، جو آپ ان کو نرم دل مل گئے، ورنہ اگر آپ کہیں تندخو اور سنگدل ہوتے تو آپ کے گردوپیش سے یہ سب چھٹ جاتے''

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ آپ کی نفع بخشی سے دوست تو کیا دشمن نے بھی نفع پایا، اپنوں نے تو کیا غیروں نے بھی نفع پایا، آپ کی شفقت و مہربانی، آپ کی نرم دلی و خوش طبعی سے رشتہ دار، پڑوسی، مہمان، اہل وطن، پردیسی، چھوٹے اور بڑے، امیر و غریب، مرد و عورت، بچے اور بوڑھے، جوان و مزدور، مسکین و محتاج، مالدار و تنگدست، یتیم و یسیر، بیوہ و اپاہج، حاکم و محکوم، آقا و غلام، چرند و پرند، شجر و حجر، جن و انس ساروں نے استفادہ کیا، وہ کون ہے جو آپ کی نفع بخشی سے محروم رہا ہو؟

آخری امت کو ساری انسانیت کی نفع بخشی کیلئے پیدا کیا گیا

رب ذوالجلال نے آخری نبی بھیجا تو نفع بخش، آخری کتاب نازل کی تو نفع بخش، آخری امت پیدا کی تو وہ بھی نفع بخشی ہی کیلئے پیدا کی گئی اور یہ اعلان کیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (۱۱۰/آل عمران)

''وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کیلئے لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو''

اس آیت کے ذریعہ یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ یہ امت صرف کمانے، کھانے، عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کیلئے نہیں پیدا کی گئی ہے، اس امت کو صرف ان کی ذات کیلئے نہیں بلکہ پوری

انسانیت کی نفع بخشی کیلئے پیدا کیا گیا ہے کہ یہ امت اپنی زندگی کو اس طرح نفع بخش بنائے کہ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دے، راہِ حق بتلائے، برائی سے روکے، ٹیڑھے راستوں کے بھیانک نتائج سے باخبر رکھے اور اس ایمان پر قائم رہے جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہے، سب سے بڑی نفع بخشی دعوتِ دین ہے کہ اس امت کو بھلائی کی طرف بلایا جائے اور برائی سے روکا جائے اور لوگوں کو برائی سے روکنے اور بھلائی پر قائم رکھنے کیلئے وہی نبوی طریقہ مفید ہے، جس نبوی طریقہ میں ایثار و قربانی، ہمدردی و دردمندی، غمخواری و ملنساری اور محبت و الفت جیسے اوصاف نمایاں تھے اور آپ ﷺ نے اس شخص کو بہتر قرار دیا جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

"خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسُ" (کنز العمال کتاب المواعظ والخطب: ۴۴۱۵۴)

"لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے"

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بہترین بننے کیلئے نفع بخشی کا وصف اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے اور نفع بخشی مطلق ہے، جس کا تعلق امورِ آخرت سے بھی ہے اور امورِ دنیا سے بھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ بے نمازی کو نماز کی دعوت دینا بھی نفع بخشی ہے اور بھوکے کو کھانا کھلانا بھی نفع بخشی ہے، گمراہ شخص کو راہِ ہدایت بتلانا بھی نفع بخشی ہے اور پیاسے کو پانی پلانا بھی نفع بخشی ہے۔

دین اسلام کے مزاج میں نفع رسانی آیاتِ قرآنی کی روشنی میں چند مثالیں

نہ ماں کو تکلیف نہ باپ کو

اللہ تعالیٰ نے جو دین حق ہمیں عطا کیا ہے اس دین کے مزاج میں نفع رسانی کا پہلو بھی شامل ہے، قرآن مجید کی بیشتر آیتوں اور نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ مزاج سے یہ بات عیاں ہوتی ہے' سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۳۲) میں بچہ کو دودھ پلانے کے سلسلہ میں ہدایات دیتے ہوئے یوں کہا گیا:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَلاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۝

''اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلایا کریں دوسال کامل جب کہ باپ چاہتے ہوں کہ اولاد پوری مدت دودھ پیئے بچہ کے باپ کے ذمہ ان ماؤں کا کھانا کپڑا ہوگا قاعدہ کے موافق کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہیں ڈالنا چاہئے نہ تو ماں کو بچہ کی وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے اور نہ باپ ہی کو بچہ کی وجہ سے تنگ کیا جائے۔''

اس شرعی حکم سے ہم بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ مذہب اسلام کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھاo (البقرہ: ۲۸۶)

''اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت ووسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے''

بچہ کو دودھ پلانے کے سلسلہ میں جہاں یہ ہدایت دی گئی کہ بچہ کی وجہ سے نہ ماں کو تکلیف میں ڈالا جائے اور نہ ہی باپ کو تنگ کیا جائے، اس حکم سے اسلام کا مزاج معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی معاملہ میں کسی کو تکلیف پہنچانا یا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا درست نہیں ہے۔

احسان جتلا کر ضرر نہ پہنچائیں

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۶۲) میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کو اللہ کے ہاں دیئے جانے والے اجر کی بشارت سنائی گئی، لیکن یہ شرط لگائی گئی کہ یہ بشارت اس کیلئے ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہوئے احسان نہ جتایا ہو اور تکلیف دینے والا کوئی جملہ نہ کہا ہو۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o (۲۶۲/البقرہ)

''جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ احسان جتاتے ہیں خرچ کرکے اور نہ دکھ دیتے ہیں، انہی کیلئے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے''

اس آیت مبارکہ سے دین اسلام کا یہ مزاج واضح انداز میں سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ کسی کو فائدہ پہنچانے کیلئے مال تو خرچ کرے، لیکن احسان جتلا کر یا ایذا پہنچانے والا کوئی جملہ کہہ کر ذہنی طور پر نقصان پہنچانا ''عمل برباد گناہ لازم''

کے مترادف ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے فوری بعد فرمایا کہ:

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّ مَغۡفِرَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَۃٍ یَّتۡبَعُھَآ اَذًی وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ

(البقرہ: ۲۶۳)

ایک میٹھا بول اور چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے، نیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے سلسلہ میں قرآن مجید میں دونوں صورتوں کا تذکرہ ہے، (۱) علانیہ خیرات کرنا (۲) پوشیدہ خیرات کرنا

ان دونوں صورتوں کے سلسلہ میں قرآن مجید میں یوں کہا گیا:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنۡ تُخۡفُوۡھَا وَتُؤۡتُوۡھَا الۡفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ

(البقرہ: ۲۷۱)

''اگر علانیہ خیرات کرو تو کیا ہی اچھی بات ہے لیکن اگر خیرات چھپاؤ اور حاجتمندوں کو دو تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں''

اس آیت کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، اس سلسلہ میں راجح قول حضرت حسن بصریؒ کا یہ ہے کہ تمام صدقات ادا کرنا بہ نسبت فرض و واجب نفل میں سب پہلوؤں پر نظر کرتے ہوئے اخفاء (یعنی پوشیدہ) ہی بہتر ہے کیوں کہ دینے والا اس صورت میں ریا سے محفوظ رہتا ہے اور لینے والا ندامت سے محفوظ رہتا ہے۔

اس قول سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ چونکہ لینے والے کو ندامت ہوتی ہے اور ندامت ایک ذہنی تکلیف ہے اور اس تکلیف سے لینے والے کو بچانے کیلئے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے پوشیدہ طور پر خرچ کرنا ہی بہتر قرار دیا گیا ہے، ہاں! تہمت سے بچنے کیلئے یا لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے یا کسی دوسری مصلحت کیلئے صدقات کا اظہار درست ہے۔

کاروباری معاملات میں کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ پہنچائی جائے

شکوک وشبہات اور ناانصافی وظلم سے معاشرہ کو بچانے کیلئے کاروباری معاملات میں تحریری دستاویز تیار کرلینے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا، اس حکم کے ضمن میں یہ ہدایات بھی دی گئی ہیں کہ دستاویز

لکھنے والے کاتب اوراس معاملہ میں بننے والے گواہ کوستایا نہ جائے اس کوکوئی گزندوتکلیف نہ دی جائے

وَلاَ يُضَارَّ كَاتِبٌ وَّلاَ شَهِيْدٌ (۲۸۳:البقرہ)

’’اورستایا نہ جائے کاتب اور گواہ کو‘‘

قرآن مجید کی اس ہدایت سے دین اسلام کا یہ مزاج اور اصول معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایذارسانی ومضرت رسانی ناپسندیدہ بلکہ حرام ہے، اس طرح اس آیت میں گواہوں کو یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ، وَلاَ تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ کہ مت چھپاؤ گواہی کو وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ جوشخص گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے۔

چونکہ گواہی کو چھپانے کی وجہ سے کسی نہ کسی کا حق تلف ہوگا یا ذہنی تکلیف ہوگی، اسی لئے گواہی کو چھپانے سے منع کیا گیا ہے۔

دین میں زبردستی نہیں ہے اس لئے کہ زبردستی میں ضرر ہے

قرآن مجید نے اکراہ یعنی کسی بھی معاملہ میں زبردستی کرنے سے روکا ہے، لاَ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (۲۵۶:البقرہ) دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے، چونکہ زبردستی میں تکلیف وایذا کا پہلو غالب ہوتا ہے اس لئے دین میں زبردستی سے روکا گیا ہے، اس سے اسلام کا مزاج معلوم ہوتا ہے کہ اسلام منفعت کا قائل ہے ایذارسانی سے وہ ہر معاملہ میں گریز کرتا ہے، حتی کہ دین کے قبول کرنے کے سلسلہ میں بھی اکراہ یعنی زبردستی کی اجازت نہیں دی گئی ہے، اسلام دین کی دعوت ضرور دیتا ہے، لیکن دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا، اس لئے کہ دعوت دینا ضرر کا باعث نہیں ہے۔ مگر مجبور کرنا تکلیف کا باعث ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں جن سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام کا مزاج کیا ہے؟ اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ نفع بخشی اور ایذارسانی سے گریز کی وہ بے نظیر مثال پیش کی جس کو تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ (ترمذی باب ماجاء فی الخیانة والغشی: ۲۰۶۶)

’’جس نے دوسرے کوتکلیف میں ڈالا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کوتکلیف میں ڈالتے ہیں

اور جس نے دوسرے کو مشقت میں ڈالا اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈال دیتے ہیں“

معلوم یہ ہوا کہ کسی کو تکلیف یا مشقت میں ڈالنا نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نہ اس کے رسول کو

قرآن مجید میں ایسے کئی احکامات ہیں جن میں نفع بخشی کا پہلو موجود ہے،

قسم کا کفارہ اور مسکین کو کھانا مل گیا

(۱) مثلاً اگر کسی نے قسم کھالی پھر اس قسم کو توڑ دیا تو اس قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، غور فرمایئے قسم تو اللہ کے نام پر کھائی گئی اس کا تعلق مخلوق سے بالکل نہیں ہے، مگر قسم کھانے کے بعد اس قسم کو توڑ دینے پر جو کفارہ لازم کیا گیا اس کفارہ کو کمزور مخلوق کے ساتھ ہمدردی کے طور پر جوڑ دیا گیا، ایک آدمی قسم کھا کر پھر توڑ دیتا ہے اور حکم الٰہی اس کے ذریعہ دس مسکینوں کو فائدہ پہنچا دیتا ہے، قرآن مجید کا یہ حکم ملاحظہ فرمایئے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (۸۹/المائدہ)

”تم لوگ جو مہمل قسمیں کھاتے ہو اللہ تعالیٰ ان پر گرفت نہیں فرماتے، مگر جو قسمیں تم پختہ طور پر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ فرمائیں گے، لہٰذا ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے، جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو یا ان دس محتاجوں کو کپڑا دینا ہے یا ایک غلام یا کنیز کا آزاد کرنا ہے“

اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کو مسکینوں کے روٹی اور کپڑے سے جوڑ دیا ایک شخص کا کفارہ ادا ہوا تو دوسرے شخص کا تن ڈھک گیا یا پیٹ بھر گیا۔

غلطی سے قتل اور غلام آزاد ہو گیا

(۲) کسی مومن کے ہاتھوں دوسرے مومن کا غلطی سے قتل ہو جائے تو قرآن مجید نے اس کا کفارہ یہ متعین کیا ہے کہ وہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کر دے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کر دے۔

اس حکم الٰہی پر بھی غور فرمایئے کہ ایک مومن کا غلطی سے جب قتل ہو جائے تو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ایک ہزار رکعت نماز ادا کر لے یا پانچ سو روزے رکھ لے بلکہ اس حکم میں نفع بخشی کا عنصر رکھا گیا اور

یہ حکم دیا گیا کہ ایسا شخص جس سے غلطی سے کسی کا قتل ہو گیا ہو وہ ایک مومن شخص کو غلامی سے آزاد کردے، ایک شخص کا غلطی سے قتل ہو جانا ایک شخص کی غلامی سے آزادی کا سبب بن رہا ہے۔قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ٥ (النساء: ٩٢)

کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے غلطی ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور خون بہا ادا کرے مقتول کے وارثوں کو

ظہار کا کفارہ اور مسکینوں کا کھانا کھلانا

(۳) شریعت کا ایک مسئلہ ہے جس کو ظہار کہا جاتا ہے ظہار کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اَنْتِ عَلَيَّ كَاُمِّيْ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے، یا یوں کہے کہ انت علی کظھر امی تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، جس شخص نے اپنی بیوی سے اس طرح کا کوئی جملہ کہہ دیا اور دوبارہ وہ اپنی بیوی سے بیوی جیسے معاملات برقرار رکھنا چاہے تو اس پر کفارہ لازم ہے، جس کو کفارۂ ظہار کہا جاتا ہے۔

ظہار کا تعلق میاں بیوی کے درمیان کا معاملہ ہے، لیکن اس کے کفارہ کے سلسلہ میں قرآن مجید نے جو حکم بیان کیا ہے اس پر غور کیجئے کہ اس کفارہ کو ایک غلام یا باندی کے آزاد کرنے یا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے جوڑا گیا ہے۔سورۂ مجادلہ کی ابتدائی چار آیتوں میں یہ حکم موجود ہے۔

اپنی بیوی کو ماں کی طرح قرار دینے والے کے اس مسئلہ کو حل بھی کردیا گیا اور وہ بیوی اس جملہ کی وجہ سے وقتی طور پر ماں کی طرح ہو گئی تھی، مگر کفارہ کے ذریعہ شوہر کے حق میں دوبارہ وہ بیوی کے درجہ پر آ گئی تو دوسری طرف ساٹھ مسکینوں کے بھوک کا مسئلہ حل ہو گیا یا ایک شخص کی آزادی کی راہ کھل گئی۔

ان مثالوں سے اسلام کا ایک مزاج معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے ماننے والوں کو اپنے

ایمان اور اپنی عبادات کے ساتھ کمزور مخلوق کی نفع رسانی کی بھی فکر کرنی چاہئے۔

روزہ کا فدیہ اور مسکین کو کھانا کھلانا

(۴) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۸۴) کی روشنی میں کھوسٹ بوڑھے اور بوڑھی کیلئے روزہ کے سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھ سکنے کے بدلہ میں فدیہ دیں اور فدیہ کی شکل یہ نہیں بتلائی گئی کہ روزہ اگر نہیں رکھ سکتے تو دو چار رکعت نماز ادا کرلیں، بلکہ حکم یہ دیا گیا کہ وہ فدیہ دیں یعنی ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دیں۔

یہ چند مثالیں ہیں جو آپ کے سامنے اس حقیقت کو سمجھانے کیلئے پیش کی گئی ہیں کہ ایک مسلمان صرف اپنے عقیدہ اور اپنی عبادت ہی کو کامل دین نہ سمجھ لے بلکہ اس کے عقیدہ اور اس کی عبادت کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی اس کی نظر رہے، اس کو چاہئے کہ وہ اپنے درمیان موجود کمزوروں، مسکینوں، محتاجوں، بھوکوں اور پیاسوں کی بھوک پیاس، ان کے روٹی کپڑے اور علاج معالجہ کا لحاظ رکھے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت، عبادتِ اور رفاہی خدمات

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کی ہدایت کیلئے جن انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان انبیاء کرام علیہم السلام نے جہاں دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیا وہیں خدمتِ خلق، ہمدردی وغمخواری اور نفع رسانی کا فریضہ بھی انجام دیا۔

متعدد پیغمبروں کے حالات اور ان کے گزرے ہوئے واقعات اور ان میں موجود اوصاف حمیدہ واخلاق حسنہ کا تذکرہ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر کیا ہے، جن سے ہمیں بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام نے مخلوق کی نفع رسانی کی خاطر یا مخلوق کو تکلیفوں سے بچانے کی خاطر کیا کیا خدمات انجام دی ہیں؟

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں لوگوں کا عام خیال یہی ہوتا ہے کہ انبیاء صرف لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلاتے تھے اور اللہ اللہ کیا کرتے تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام نے ایک طرف لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلایا اور اپنا قیمتی وقت دعوت الی اللہ اور عبادت الٰہی میں صرف فرمایا تو

دوسری طرف مخلوق کی خدمت بھی کی، مہمانوں کی مہمان نوازی کی، ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کی، بیماروں کی عیادت کی، مسافروں کا لحاظ رکھا، بھوکوں کو کھانا کھلایا، پیاسوں کو پانی پلایا، کمزوروں کی مدد کی، فاقہ اور تنگدستی کے زمانہ میں معیشت کو استحکام بخشا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والوں کو دھوکہ دہی سے روکا، صنعت وحرفت کو فروغ دیا، محنت کی کمائی کھائی اور دوسروں کو بھی کھلایا، مزدوروں کی حوصلہ افزائی کی، حق پامال کرنے والوں کو حق ادائیگی کی تلقین کی، ظالموں کو ظلم سے روکا اور مظلوموں کی حمایت کی۔

آیئے قرآن مجید میں ہم ان انبیاء کرام کی ان رفاہی خدمات کو تلاش کریں تاکہ ہمیں ان کی خدمات کا احساس ہو جائے اور ہم اس کام کو بھی اسی طرح سنت سمجھیں جس طرح دعوتِ دین کو سنت سمجھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی

حضرت ابراہیم وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور تاریخ انہیں ابراہیم خلیل اللہ سے یاد کرتی ہے، قربانی اور حج کے ایام میں ہر مسلمان ان کی تاریخی قربانی اور ناقابلِ فراموش مجاہدات کو یاد کرتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جہاں داعی، موحد وعبادت گذار تھے وہیں مخلوق کے خدمت گذار بھی تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی مثالی تھی، جن کی مہمان نوازی کے اثرات آج بھی ان کی سرزمین ملک عرب میں موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ قرآن مجید کی ان آیات میں بیان کیا گیا:

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرىٰ قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ فَلَمَّا رَأٰىٓ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِمْ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْط (۷۰:ھود)

”اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر پہنچے بولے تم پر سلام ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو، پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم علیہ السلام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے، مگر جب دیکھا کہ ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے ہیں تو انہیں تشویش ہوئی اور دل میں ان سے ڈرے انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تو لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو مہمان آئے تھے وہ انسان نہیں بلکہ فرشتے تھے، مگر انسانی

شکل میں آئے تھے، چونکہ فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے اور انہوں نے اپنا تعارف بھی نہیں کروایا تھا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی مہمان نوازی میں لگ گئے اور علیک سلیک کے بعد تلا ہوا یا بھنا ہوا بچھڑا لاکر ان کے سامنے رکھ دیا، عرب مہمان غیر ضروری تکلف کے قائل نہیں ہوتے تھے وہ پیش کردہ چیز بلاتکلف کھاتے تھے، مگر ان مہمانوں نے اپنا ہاتھ اس جانب نہیں بڑھایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف ہوا، اس لئے کہ عرب کی تہذیب یہ تھی کہ کسی کے ہاں وہ کھانا کھالیتے تو پھر اس سے دشمن نہیں کرتے تھے، کسی مہمان کا اپنے میزبان کے ہاں کچھ نہ کھانا اسی بات کی علامت تھی کہ وہ اس میزبان کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خوف ہوا تو ان فرشتوں نے کہا کہ ہم انسان نہیں بلکہ قومِ لوط کی طرف بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

اس واقعہ سے اس بات کا سبق ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس قدر مہمان نواز تھے کہ مہمانوں کا تعارف ہی نہیں کہ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں، کس لئے آئے ہیں؟ فوراً تلا ہوا یا بھنا ہوا بچھڑا لاکر رکھ دیا، یہ ہے مہمان نوازی جس کے پیچھے مفاد وابستہ نہیں ہوتا، آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم صرف ایسے ہی لوگوں کو کھلانے کے عادی ہیں جن سے کچھ مفاد وابستہ ہو، اصل مہمان نوازی وہ ہے جس میں انسانیت کا عنصر ہوتا ہے اور کوئی مفاد وابستہ نہیں ہوتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان اجنبی افراد کی یہ سمجھ کر مہمان نوازی کی کہ وہ انسان ہیں جب کہ وہ فرشتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے مظلوموں کی حمایت کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انہی کی قوم میں سے متعدد انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے جو یکے بعد دیگرآتے رہے، حضرت یوشع، حضرت شمعون، حضرت شمویل اور حضرت کالب اور حضرت حزقیل علیہم السلام کے اسماء گرامی تاریخ میں لکھے گئے ہیں، یہ حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تبلیغ اور توریت شریف کے مضامین بیان فرماتے تھے، بنی اسرائیل میں شدہ شدہ بے دینی بلکہ بد دینی تک آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو ان پر مسلط فرمادیا، جو جالوت کی قوم میں سے اور عمالقہ میں سے تھے اور بحر روم کے ساحل پر مصر و فلسطین کے درمیان رہتے تھے، یہ لوگ بنی اسرائیل پر غالب آگئے، ان کی زمین چھین لی اور ان کی اور ان کی اولاد کو جن میں ان کے بادشاہوں کی نسل کے لوگ بھی

تھے قید کرلیا اوران پر جزیہ لگا دیا، بنی اسرائیل اس موقعہ پر بہت ہی زیادہ مصیبت اور سختی میں مبتلا رہے کوئی ایسا نہ رہا جوان کا قائد اور مدبر ہوتا، جب بہت زیادہ دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوئے تو اس زمانہ میں جوان کے نبی تھے (اور اسی مصیبت کے زمانہ میں وہ پیدا ہوئے اور بڑے ہو کر نبوت سے سرفراز ہوئے) ان کی خدمت میں بنی اسرائیل نے عرض کیا کہ اللہ پاک کی طرف سے آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کرا دیں تا کہ ہم ان کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جہاد کریں اوران کو اپنے علاقوں سے نکال دیں (چونکہ بنی اسرائیل کو سیاسی حالات میں بادشاہوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی عادت تھی اس لئے انہوں نے ایسا سوال کیا) جب ان لوگوں نے کسی کو بادشاہ بنانے کا سوال کیا اور دشمنوں سے جہاد کرنے کا اِرادہ ظاہر کیا تو ان کے نبی علیہ السلام نے جوان کے حال اور قال کو جانتے تھے، خطرہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ تم سے تو یہ امید ہے کہ قتال فرض ہو گیا تو جنگ سے دور بھاگو گے اور لڑائی سے جان چھڑاؤ گے، اس پر وہ کہنے لگے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں؟ جنگ نہ لڑنے کا کوئی سبب نہیں بلکہ لڑنے کا سبب موجود ہے اور وہ یہ کہ دشمن نے ہم پر جو تسلط کر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ہیں اور اپنی اولاد سے دور کردیئے گئے ہیں، الغرض باتیں تو بڑھ چڑھ کر کر رہے تھے، لیکن جب قتال فرض ہو گیا تو وہ خطرہ سامنے آ گیا جوان کے نبی کو تھا اور تھوڑے لوگوں کے علاوہ باقی سب اِرادوں اور وعدوں سے پھر گئے اور جنگ کرنے سے منہ موڑ لیا، اللہ جل شانہ نے ان کی درخواست پر حضرت طالوت کو بادشاہ بنا دیا اوران کے نبی نے اس کا اعلان کر دیا، عمل اور کارگزاری حضرت طالوت کی تھی اور مشورہ اور رہبری ان کے نبی کی تھی، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ نبی جن سے مذکورہ بالا درخواست کی تھی، حضرت شمعون علیہ السلام تھے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی درخواست پر حضرت طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا گیا تو اپنی روایتی کج روی کے باعث لوگوں نے اسی طرح کی الٹی باتیں کیں، جیسا کہ ان کا مزاج تھا اور پرانا طریقہ کار تھا، حضرت طالوت کی بادشاہت کا اعلان سننے کے بعد کہنے لگے کہ یہ شخص ہمارا بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کے پاس پیسہ ہے نہ کوڑی، اس سے زیادہ تو ہم بادشاہ بننے کے مستحق ہیں، اپنی جہالت سے وہ اللہ تعالیٰ شانہ، کو بھی رائے دینے لگے کہ اس کے بجائے ہم میں سے کوئی پیسہ والا بادشاہ ہونا چاہئے اور یہ

انسان کا عجیب مزاج ہے کہ وہ پیسہ والے کو بڑا آدمی سمجھتا ہے خواہ کیسا ہی بے علم اور ناسمجھ اور بخیل ہو۔

ان کے نبی نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو منتخب فرمالیا ہے تم پر ان کو ترجیح دے دی اور حکومت کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اُن میں پوری طرح موجود ہے، حکومت کیلئے علم ہونا چاہئے جس کے ذریعہ وہ تدبیر امور کر سکے اور دشمنوں سے نمٹ سکے اور ساتھ ہی جسمانی قوت بھی ہونی چاہئے علم کی تدبیر اور جسم کی قوت سے ہمت ہوتی ہے اور حوصلہ بلند ہوتا ہے اور دشمنوں پر غلبہ پانے کیلئے انہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یوں بھی اللہ کو اختیار ہے وہ جس کو چاہے حکومت اور مملکت عطا فرمائے، تمہیں اعتراض کا کیا حق ہے؟ اور اللہ کے فیصلہ کے خلاف تم رائے دینے والے کون ہو؟ اسے معلوم ہے کہ حکومت ملنے پر کون کیا کرے گا اور کیسا ثابت ہوگا؟

ایک نبی کا فرمانا بات ماننے کیلئے اور حضرت طالوت کو بادشاہ تسلیم کرنے کیلئے کافی تھا، لیکن ان کے نبی نے حضرت طالوت کی بادشاہت کا ثبوت دینے کیلئے ایک نشانی بھی بیان فرمائی اور وہ یہ کہ تمہارے پاس وہ تابوت آئے گا جو تمہارے لئے باعث اطمینان وسکون ہوگا۔ اس تابوت میں ان چیزوں کا بقیہ ہوگا جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے چھوڑی تھیں، چنانچہ وہ تابوت ان لوگوں کے پاس آگیا جسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے، دشمنوں نے ان سے چھین لیا تھا جب یہ تابوت ان کے پاس تھا تو دشمنوں سے جنگ کرتے وقت اس کو سامنے رکھا کرتے تھے اور اس کے ذریعہ دشمن پر فتح یابی حاصل کر لیتے تھے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے جو چیزیں چھوڑی تھیں ان کا بقیہ کیا تھا جو اس تابوت میں تھا؟ اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ توراۃ شریف کی دو تختیاں تھیں اور ان تختیوں کا کچھ چورا تھا جو ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی تھی اور کچھ من بھی تھا جو سلوی کے ساتھ بنی اسرائیل پر نازل ہوا کرتا تھا، اس تابوت کا ان کے پاس فرشتوں کا لے کر آنا اور دوبارہ واپس مل جانا اس بات کی صریح دلیل تھی کہ حضرت طالوت کو واقعی اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنایا ہے، فرشتے یہ تابوت لائے اور حضرت طالوت کے سامنے رکھ دیا، لیکن بنی اسرائیل سے پھر بھی یہ بعید نہ تھا کہ انکار کر بیٹھیں اس لئے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (البقرہ:۲۴۸) تمہارے لئے اس میں

نشانی ہے اگر تم مومن ہو

حضرت داوٗدؑ علیہ السلام نے ایک مظلوم قوم کی حمایت میں ایک ظالم بادشاہ سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس ظالم کو قتل کر دیا، حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ عمل بتلاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے صرف دعوت الی اللہ ہی کا فریضہ انجام نہیں دیا بلکہ اس فریضہ کے ساتھ ساتھ مظلوموں کی حمایت کی اور ظالموں کو ان کے ظلم کا مزہ چکھایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو حق تلفی سے روکا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں شرک وکفر کے علاوہ ایک برائی یہ بھی تھی کہ وہ ناپ تول میں ڈنڈی مارا کرتی تھی اور عیبوں کو چھپا کر چیزیں فروخت کرنے کی عادی تھی، اس طرح یہ قوم اپنے اقتصادی ومعاشی ڈھانچہ کو تباہ وبرباد کر رہی تھی، حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو ایک اللہ کی طرف بلایا اور اسی کی عبادت کا حکم دیا، پھر اپنی قوم کو انکی اس بری عادت سے روکا قرآن مجید نے حضرت شعیب علیہ السلام کی اس کوشش کو یوں واضح کیا ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ o وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ o (ھود:۸۵)

''اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے فرمایا، اے برادرانِ قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی مت کرو میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیرے گا، اے میری قوم کے لوگو! ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا مت دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو''

انبیاء کرام کے مشن اور ان کی تحریک میں جہاں دعوت الی اللہ کا پیغام ہوتا تھا وہیں وہ معاشرتی، معاشی اور اخلاقی حالات سے بھی باخبر ہوتے تھے اور جہاں کہیں اخلاق سوز حرکات حق تلفی و ظلم و بربریت جیسے رزائل دیکھتے تو اس فساد و بگاڑ کو دور کرنے کی کوشش کرتے، حضرت شعیب علیہ

السلام کی قوم حق تلفی میں ملوث تھی، ناپ تول میں ڈنڈی مارا کرتی تھی، چنانچہ اس خرابی کو دور کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اپنی قوم کو اس ظلم و بگاڑ سے روکا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اونٹنی کے قتل سے روکا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو قوم نے حسب عادت ان کو جھٹلایا اور یہ ضد کی کہ آپ کا نبی برحق ہونا ہم اس وقت تسلیم کریں گے جب کہ ہمارے سامنے قائم اس پہاڑ کی چٹان میں سے ایک اونٹنی ایسی ایسی نکل آئے ، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا کہ تمہارا منہ مانگا معجزہ اگر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا اور پھر بھی تم نے ایمان لانے میں کوئی کوتاہی کی تو تم پر اللہ کا عذاب آجائے گا، مگر قوم اپنی ضد پر قائم رہی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے مطلوبہ معجزہ کو پورا کر دیا اور پہاڑ کی چٹان شق ہوئی اور اس سے قوم کے بتائے ہوئے اوصاف کے مطابق اونٹنی برآمد ہوئی، اس معجزہ کے ظہور کے بعد قوم کو ہدایت دی گئی کہ اس اونٹنی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قوم کو یہ ہدایت دی۔

وَيٰقَوۡمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَـكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِىۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ قَرِيۡبٌ (۶۴ :ھود)

’’اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لئے نشانی‘ تو چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اسکو بری طرح پھر تو آپکڑے گا تم کو عذاب بہت جلد‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام جہاں ایک اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے وہیں اللہ کی مخلوق کے ساتھ ظلم و قتل سے باز آنے کی اپنی قوم کو تلقین بھی کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اونٹنی کو قتل کرنے اور اس کو تکلیف پہنچانے سے روکا‘‘

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے زمانہ میں انسانوں اور جانوروں کی جانیں بچائی

حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس برس تک دعوت دین کا فریضہ انجام دیا اور اس فریضہ کی انجام دہی میں خوب محنت کی اور مشقت اٹھائی، قوم نے کھل کر مخالفت کی اور سخت تکلیفیں

پہنچائیں، ان کے سامنے ایک نسل کے بعد دوسری نسل، دوسری کے بعد تیسری نسل آتی رہی اور وہ ہر نسل کو دین کی دعوت دیتے رہے، مگر اس قوم کی ان ساری نسلوں نے حضرت نوح علیہ السلام کے پیغام کو ٹھکرایا اور جھٹلایا، جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوت برداشت نے جواب دے دیا تو عاجز ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی، رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے نوح! تمہاری قوم میں جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لا چکے، اب مزید کوئی توقع نہ رکھو، اب تو یہ غرق ہونے والے ہیں، اب ہماری نگرانی میں کشتی تیار کرو، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا شروع کیا، ویسے حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانا نہیں جانتے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سازی کے سارے گُر بتلائے، قوم نے حضرت نوح کا مذاق اڑایا کہ اس خشکی میں یہ کشتی کہاں چلاؤ گے؟ بہر حال کشتی تیار ہو چکی اور وہ طوفان آیا جو مقدر میں تھا، سیلاب اور طوفانی ہواؤں کا یہ عالم تھا کہ پہاڑ جیسی اونچی موجیں اٹھنے لگیں اور حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کافروں کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کو اور جملہ مسلمانوں کو کشتی میں سوار کر لیا جن کی مجموعی تعداد حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق اسّی (۸۰) ہے۔ ان کے علاوہ خشکی میں رہنے والے وہ جانور جو نر و مادہ کے جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ بھی سوار کر لیے۔

غور کیجئے کہ وقت کے نبی نے اپنے وقت کے تاریخی طوفان و سیلاب جیسے ناگزیر حالات میں کتنے انسانوں اور کتنے جانوروں کی جان بچائی، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے صرف دعوت الی اللہ ہی کا فریضہ انجام نہیں دیا بلکہ دعوت الی اللہ کے ساتھ خدمتِ خلق اور نفع رسانی کا وہ فریضہ بھی انجام دیا جو جذبہ ہر انسان میں ہونا چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ان رفاہی خدمات کو سورۂ ہود کی آیت (۳۷ تا ۴۴) میں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے آزاد کرایا

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعوت کے دو جز تھے، ایک جز فرعون کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلانا اور دوسرا جز بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرنا، بنی اسرائیل

دراصل ملک شام کے باشندے تھے، چارسو سال فرعون کی قید غلامی میں رہے، جن کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اتنی بڑی تعداد میں قیدیوں کی طرح زندگی بسر کرنے والوں کی رہائی کا بیڑہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وجہ سے ڈٹ کر مطالبہ کیا:

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا إِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

(۱۷/الشعراء) ''آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مل کر بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کرنے کی جو ہمت اور کوشش کی ہے یہ ہم سب کیلئے قابلِ تقلید عمل ہے، معلوم یہ ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے دعوت دین کے ساتھ اس قسم کی رفاہی وفلاحی خدمات بھی انجام دی ہیں جن کی اس زمانہ میں بھی ضرورت ہے، بالخصوص انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثین یعنی علماء کرام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ انبیاء کی اس وراثت کے بھی حامل بن جائیں اور ملی ورفاہی خدمات انجام دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے جانوروں کو پانی پلایا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کا سہواً قتل ہوگیا اور فرعون کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے مدین کا رُخ کیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بھوکے پیاسے مدین کے اس کنویں پر پہنچے تو لوگ اپنے بھیڑ بکریوں کو پانی پلا رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کنویں کے پاس دو عورتیں اپنی بکریوں سمیت الگ تھلک کھڑی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان دونوں کی اس حالت پر رحم آیا اور ان سے ان کی مجبوری دریافت کی، ان دونوں عورتیں نے کہا کہ ہمارے گھر میں بوڑھے باپ کے علاوہ کوئی اور مرد نہیں ہے، اس لئے مجبوراً ہمیں آنا پڑا ہے، ان چرواہوں سے کشمکش کرتے ہوئے اپنے جانوروں کو پانی پلانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، اس لئے جب تک سارے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے نہیں جاتے مجبوراً ہمیں انتظار کرنا پڑتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان لڑکیوں کی بے بسی پر ترس آیا اور انہوں نے خدمتِ خلق کے جذبہ سے تھکے ماندے، بھوکے پیاسے ہونے کے باوجود ان عورتوں کی بکریوں کو

پانی پلایا، قرآن مجید نے اس واقعہ کو تفصیل سے یوں بیان کیا ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (۲۴ :القصص)

''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہیں کیا پریشانی ہے؟ وہ دونوں بولیں کہ ہم اپنے جانوروں کو اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے نہ نکل جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جانوروں کو پانی پلا دیا''

وقت کے جلیل القدر نبی نے بھوک و پیاس کی حالت میں باوجود یہ کہ اجنبی شہر میں خود کی مدد کے محتاج ہیں، ان دو پریشان حال عورتوں کے جانوروں کو پانی پلا کر ان کی مدد کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل ہم سب کیلئے لائقِ تقلید ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک طرف پیاسے جانوروں کی پیاس بجھائی تو دوسری طرف پریشان حال عورتوں کی مدد کی اور تیسری طرف ان کے بوڑھے باپ کی بیچارگی کا لحاظ رکھا اور وہ بوڑھے باپ بھی کوئی اور نہیں وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔

حضرت داود و سلیمان علیہما السلام نے اپنے فیصلہ سے حقدار کو حق دلایا

دو آدمی حضرت داود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک صاحب بکریوں کے مالک تھے اور دوسرے صاحب کھیت والے تھے، کھیت والے صاحب نے حضرت داود علیہ السلام کے دربار میں یہ مقدمہ دائر کیا کہ بکری والے صاحب کی بکریوں نے ان کے کھیت میں گھس کر چر لیا ہے، بکری والے نے اس بات کا اقرار بھی کر لیا کہ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے، حضرت داود علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ بکریوں والا اپنی ساری بکریاں کھیت والے کو دے دے، بکری والے اور کھیت والے

دونوں حضرت داود علیہ السلام کی عدالت سے نکل رہے تھے کہ اتنے میں دروازہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان دونوں سے صورتِ حال معلوم کی اور فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو اس مقدمہ کا فیصلہ ایسا کرتا کہ اس میں دونوں کی رعایت ہوتی یہ کہہ کر حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے، حضرت داود علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ساری بکریاں تو کھیت والے کو دے دیں تا کہ وہ ان کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھاتا رہے اور کھیت کی زمین بکریوں والے کو دے دیں تا کہ وہ اس میں کاشت کر کے کھیت اگائے، کھیت جب سابقہ حالت پر آجائے تو پھر کھیت والے کو کھیت اور بکریاں والے کو بکریاں دے دی جائیں، حضرت داود علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس فیصلہ کو پسند فرما کر اسی فیصلہ کو نافذ بھی کر دیا۔

اس واقعہ کو یہاں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف دعوتِ دین اور عبادت ہی میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ وہ مخلوق کے مسائل حل کرنے میں بھی اپنا قیمتی وقت لگاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیت اور مقام انہیں عطا کیا تھا اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا استعمال بھی کرتے تھے، حضرت داود علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنی قوم کے افراد کے مالی معاملات میں مداخلت کرنا اور حق دار کو حق دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے خدمت خلق کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر بھی مہتم بالشان کام کیا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو ڈرانے دھمکانے سے روکا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جہاں ناپ تول میں کمی بیشی کیا کرتی تھی وہیں راستوں چوراہوں پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈراتی دھمکاتی بھی تھی ان کا ڈرانا اور دھمکانا دو طرح کا ہوتا تھا، ایک تو اللہ کے راستہ سے روکنے کیلئے ڈراتے تھے اور دوسرے راستوں پر بیٹھ کر لوٹ کھسوٹ کیا کرتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس جرم سے بھی روکا، چنانچہ قرآن مجید میں ان کے یہ الفاظ موجود ہیں:

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا (٨٦:الاعراف)

''اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو ایمان لانے پر دھمکیاں دو اور ان کو اللہ کی راہ سے روکو اور اس راہ میں کجی کی تلاش میں رہو کہ بے جا اعتراض سوچ سوچ کر لوگوں کو بہکاؤ''

حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ عمل بتلاتا ہے کہ جب بھی کوئی اس قسم کی برائی کرے تو اس برائی کو روک دیا جائے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شریر بدمزاج نوجوان سڑکوں چوراہوں اور نکڑوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور آنے جانے والوں کو تنگ کرتے ہیں، انہیں ایذا پہنچاتے ہیں یا ان پر طرح طرح کے فقرے کستے ہیں اور محلّہ کے ذمہ دار لوگ ان کے خلاف ایک جملہ کہنے کی بھی ہمت نہیں کرتے، جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے ان شریر لوگوں کو ان کی اس برائی سے روکا اسی طرح ہمیں بھی حکمت و مصلحت کے ساتھ کوئی ایسی تدبیر ان نوجوانوں کو اس برے عمل سے روکنے کیلئے کرنا چاہئے، یہ بھی ایک سنت ہے جو موجودہ معاشرہ میں مفقود ہوتی جارہی ہے۔

قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی رفاہی خدمات

حضرت یوسف علیہ السلام کے بے گناہ ہونے کے باوجود عزیزِ مصر اور اس کی بیوی نے بدنامی کا چرچا ختم کرنے کیلئے حضرت یوسف علیہ السلام کو کچھ عرصہ کیلئے جیل بھیج دینے کا فیصلہ کیا، جب حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں پہنچے تو ان کے ساتھ دو مجرم قیدی اور بھی داخل ہوئے، ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا باورچی تھا، یہ دونوں اس الزام میں گرفتار ہوئے تھے کہ انہوں نے بادشاہ کو کھانے وغیرہ میں زہر دینے کی کوشش کی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب تک قید خانہ میں رہے اس وقت تک سارے قیدیوں کی دلداری کرتے رہے، حضرت یوسف علیہ السلام قیدیوں کی خبر گیری کرتے ان میں جو بیمار ہوجاتا اس کی عیادت اور خدمت کرتے تھے اور جس کو غمگین پاتے اس کو تسلی دیا کرتے تھے اور صبر کی تلقین کے ساتھ رہائی کی امید دلا کر اس کا حوصلہ بڑھاتے تھے، خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام دینے کی فکر کیا کرتے تھے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام کے ان اخلاقِ حمیدہ سے جیل کے قیدی بھی متاثر تھے اور جیل کا افسر بھی۔ جیل کے افسر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اگر

میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو چھوڑ دیتا اب اتنا ہی کرسکتا ہوں کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

خواب کی تعبیر بھی خدمتِ خلق میں داخل ہے

بعض مرتبہ آدمی کوئی ایسا پریشان کن خواب دیکھ لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا سکون اڑ جاتا ہے، ایسی صورت میں جب کوئی شخص اس خواب کی اچھی تعبیر دے دیتا ہے تو یہ تعبیر اس کیلئے راحت و سکون کا ذریعہ بن جاتی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں تھے تو ان کے ساتھ جو دو مجرم قیدی آئے تھے جن میں ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا باورچی تھا، ان دونوں نے خواب دیکھا تھا اور وہ خواب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے بیان کیا اور اس کی تعبیر چاہی، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ تم میں سے ایک رہا ہو جائے گا اور اپنی ملازمت پر بھی برقرار رہے گا اور دوسرے کو اس کے جرم کی وجہ سے سولی دی جائے گی اور جانور اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر میں کس کے خواب کی کیا تعبیر ہے متعین نہیں فرمائی جس میں ان کی شفقت پوشیدہ ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں رہتے ہوئے بھی اپنے قیدی ساتھیوں کے ساتھ تسلی و تسکین دینے کی خدمات انجام دی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت کا غذائی کنٹرول سنبھالا

فاقہ کے سات سالہ دور میں غذا کا انتظام

بادشاہِ مصر نے ایک خواب دیکھا کہ سات گائیں موٹی ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں اور خشک بالوں نے اسی طرح ان سات سبز بالوں پر لپٹ کر ان کو خشک کر دیا ہے، بادشاہ نے پہلے تو یہ خواب اپنے درباریوں کو سنایا جب تعبیر نہ ملی تو بالآخر ایسی صورت پیش آئی کہ بادشاہ نے اپنا یہ خواب حضرت یوسف علیہ السلام کو سنایا، حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ سات موٹی گائیوں اور سات

ہرے بھرے خوشوں سے مراد سات سال ہیں جن میں پیداوار خوب ہوگی اس طرح سات بیل لاغر کمزور اور سات خشک خوشوں سے مراد یہ ہے کہ پہلے سات سال کے بعد سات سال قحط کے آئیں گے اور کمزور سات بیلوں کے فربہ بیلوں کے کھالینے سے یہ مراد ہے کہ پچھلے سات سالوں میں جو ذخیرہ غلہ وغیرہ کا جمع ہوگا وہ سب ان قحط کے سات سالوں میں خرچ ہو جائے گا۔ اس خواب کی تعبیر کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے آزاد کیا گیا اور بادشاہ کے دربار میں لایا گیا۔

بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ پہلے سات سال جن میں خوب بارشیں ہونے والی ہیں ان میں آپ زیادہ سے زیادہ کاشت کرا کر غلہ اگانے کا انتظام کریں اور سب لوگوں کو ہدایت کر دیں کہ اپنی اپنی زمینوں میں زیادہ سے زیادہ کاشت کریں اور جتنا غلہ حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اپنے پاس ذخیرہ کرتے رہیں اس طرح اہل مصر کے پاس قحط کے سات سال کیلئے بھی ذخیرہ جمع ہو جائے گا اور آپ ان کی طرف سے بے فکر ہوں گے، حکومت کو جس قدر غلہ سرکاری محاصل سے یا سرکاری زمینوں سے حاصل ہو اس کو باہر کے لوگوں کیلئے جمع رکھیں، کیونکہ یہ قحط دور دراز تک پھیلے گا باہر کے لوگ اس وقت آپ کے محتاج ہوں گے اس وقت آپ غلہ دے کر خلق خدا کی امداد کریں اور معمولی قیمت بھی رکھیں گے تو سرکاری خزانہ میں اتنا مال جمع ہو جائے گا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، مصر کا بادشاہ اس مشورہ اور تدبیر سے بے حد مسرور و مطمئن ہوا مگر کہنے لگا کہ اس عظیم منصوبہ کا انتظام کیسے ہوگا اور یہ انتظام کون کرے؟ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (۵۵:یوسف)

ملک کے خزانے آپ میرے سپرد کر دیں میں ان کی حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور خرچ کرنے کے مواقع اور مقدارِ خرچ کے اندازہ سے بھی پوری طرح واقف ہوں، چنانچہ بادشاہِ مصر نے نہ صرف وزارتِ خزانہ بلکہ پورے امور مملکت حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے جنہوں نے دعوتِ حق کا فریضہ بھی انجام دیا اور ملک کے معاشی نظام کو بہتر سے بہتر کیا اور فاقہ کے دور کیلئے مصر اور مصر کے اطراف و اکناف کے بھوکے

پیاسے لوگوں کی بھوک کو مٹانے اور فاقہ کے سات سالہ دور کیلئے اناج کی فراہمی کا سامان مہیا کیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کا تعلق صرف خالق سے نہیں ہوتا بلکہ ان کی سیرت کا ربط و تعلق مخلوق کے ساتھ ہمدردی سے بھی ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا رفاہی و علمی سفر

مسکینوں، یتیموں اور بوڑھے ماں باپ کی امداد

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کے سفر کا ایک واقعہ مفصل نقل کیا گیا ہے، واقعہ مختصراً یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں ایک سفر پر نکلے، چلتے چلتے کسی ایسے مقام پر پہنچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت ہوئی جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی میں چھید کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا ہے کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں؟ آپ نے بڑی بھاری خطرہ کی بات کی، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سفر کی ابتداء ہی میں یہ بات کہہ دی تھی کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکو گے، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ فرمایئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے، پھر دونوں آگے چلے یہاں تک کہ جب ایک کم سن لڑکے سے ملے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو مار ڈالا، حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا کر کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو ہلاک کر دیا، آپ نے بیشک بڑی بے جا حرکت کی، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی معاملہ سے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے، پھر دونوں آگے چلے، یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو گاؤں والوں سے کھانے کو مانگا کہ ہم مہمان ہیں تو انہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا، اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرنے کے قریب تھی، حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا، حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت ہی لے لیتے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہماری اور آپ کی علیحدگی کا وقت ہے، چلو اب میں ان تینوں واقعات کی حقیقت بتلا دیتا ہوں، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کشتی کو میں نے چھید ڈالا وہ درحقیت چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا دیا،

جس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا، اگر میں کشتی کو عیب دار بنا کر بظاہر بیکار نہ کر دیتا تو وہ بادشاہ غریب مسکینوں کی یہ کشتی بھی چھین لیتا اوران غریب مسکینوں کی مزدوری کا یہ سہارا بھی ختم ہو جاتا، روایتوں میں ہے کہ یہ دس مسکینوں پر مشتمل خاندان تھا جن میں پانچ بھائی اپاہج و معذور تھے اور پانچ بھائی محنت مزدوری کر کے پورا گھر چلاتے تھے اور رہا وہ لڑکا جس کو میں نے مار ڈالا اس لڑکے کے ماں باپ ایماندار تھے، اگر یہ لڑکا بڑا ہوتا تو کافر اور ظالم ہوتا اس اندیشہ کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا، اس کے بدلے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے دے گا جو پاکیزگی میں اس لڑکے سے بہتر ہو اور رہی بات دیوار کو درست کر دینے کی، حقیقت یہ ہے کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکیوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے اور دیوار کے نیچے ان کا مال مدفون تھا جو ان کے باپ کی میراث میں پہنچا تھا اور ان کا باپ جو مر گیا ہے وہ ایک نیک آدمی تھا اس کے نیک ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کے مال کو محفوظ کرنا چاہا، اگر یہ دیوار گر جاتی تو لوگ یہ مال لوٹ لے جاتے اس لئے میں نے اس گرتی دیوار کو درست کر دیا اور کھڑا کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے اس تاریخی سفر کے دوران جو تینوں رفاہی خدمات ہوئی ہیں وہ ہم سب کیلئے سبق آموز ہیں۔

ان تینوں واقعات میں کس قدر ہمدردی و غمخواری ہے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں، دس مسکینوں کی مدد، بوڑھے ماں باپ کی امداد، یتیم لڑکی کی امداد، یہی وہ کام ہیں جن کاموں کے کرنے کی عملاً ترغیب انبیاء کرام علیہم السلام نے ہمیں دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقہ کی ان خدمات کو قرآن مجید میں قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کی یتیم بچی کی کفالت بھی انبیاء کی سنت ہے

حضرت مریم علیہا السلام، حضرت عمران علیہ السلام کی بیٹی ہیں ان کی والدہ کا نام حنہ تھا، دراصل حضرت حنہ نے نذر مانی تھی کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے فارغ کردوں گی اوراس سے دنیا کا کوئی کام نہیں لوں گی، ظاہر ہے کہ مسجد کی خدمت کرنے والے تو مرد ہوتے ہیں، ہوا یہ کہ حضرت حنہ کو بیٹے کے بجائے بیٹی پیدا ہوئی، حضرت حنہ نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ اے میرے رب! میرے ہاں تو لڑکی ہوئی، لڑکی بیت المقدس کی خدمت گذار کیسے بنے گی؟

بہر حال حضرت حنہ نے اپنی اس بیٹی کا نام مریم رکھا، اللہ تعالیٰ نے اس بچی کو قبول فرمالیا، یعنی اس نذر سے راضی ہو گیا، حضرت حنہ اس بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس لے گئیں اور وہاں جو عبادت میں مشغول رہنے والے حضرات مقیم تھے ان کے سامنے رکھ دیا، حضرت مریم کے والد کا ان کی ولادت سے قبل ہی انتقال ہو چکا تھا اور وہ بیت المقدس کے امام بھی تھے، چونکہ حضرت مریم کی نسبت بیت المقدس کے سابقہ امام حضرت عمران سے تھی اس لئے ان عبادت گذار حضرات نے ان کو اپنی کفالت میں لینا چاہا، انہی عبادت گزار حضرات میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے جو حضرت مریم کے خالو تھے، حضرت زکریا علیہم السلام نے فرمایا کہ میں اس بچی کی پرورش کا سب سے زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے، چنانچہ طے یہ ہوا کہ حضرت مریم علیہ السلام کی کفالت پر قرعہ ڈالا جائے، قرعہ میں جس کا نام نکلے گا وہی کفالت کرے گا، چنانچہ قرعہ میں حضرت زکریا علیہ السلام ہی کا نام نکل آیا، اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

اس واقعہ کو سورۂ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیات میں یوں پیش کیا گیا ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّراً فَتَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ

اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالاُنْثٰى وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۳/۳۷: آل عمران)

جب عرض کیا عمران کی بیوی نے اے میرے رب! بے شک میں نے آپ کیلئے نذر مان لی کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ آزاد ہوگا، لہٰذا آپ اس کو مجھ سے قبول فرمایئے، بے شک آپ ہی ہیں سننے والے جاننے والے، پس جب اس کو جنا تو کہنے لگیں، اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اس کو لڑکی جنا ہے اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ جنا ہے اور میں نے اس کا نام رکھ دیا ہے مریم، اور بے شک میں اس کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ دیتی ہوں شیطان مردود سے، سو اس کے رب نے قبول فرمالیا اس بچی کو اچھی طرح کا قبول فرمانا اور اس کو بڑھایا اچھی طرح سے بڑھانا اور اس کو زکریا کی کفالت میں دے دیا، جب کبھی زکریا داخل ہوتے ان پر محراب میں تو پایا ان کے پاس رزق تو انہوں نے کہا کہ اے مریم کہاں سے ہے یہ تیرے لئے؟

انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب

اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ ایک یتیم بچی کی کفالت بھی انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے

وہ نفع بخش خدمات جن کو قرآن مجید نے قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا ہے

میں نے اس خصوصی مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآن مجید کا مطالعہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں دنیا میں گزرے ہوئے ان نفع بخش خدمات کا کہاں تذکرہ کیا ہے یا انسانوں یا جانوروں کی زبان سے نفع بخش وہ کونسے کام یا کونسی باتیں ہوئی ہیں جن کو قرآن مجید نے نوٹ کیا ہے؟ چنانچہ میں اس مضمون سے متعلق بیسیوں آیات کے پانے میں کامیاب ہوگیا، قارئین کی خدمت میں تفصیل کے ساتھ مع حوالہ وہ ساری تفصیلات پیش ہیں:

نفع بخش کوے کا قرآن مجید میں تذکرہ

ایک کوے نے انسان کو سکھایا کہ مردے کو دفن کیسے کیا جائے؟

سورۂ مائدہ (۲۷ تا ۳۱) میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (قابیل و ہابیل) سے متعلق ایک سبق آموز واقعہ بیان کیا گیا ہے،

قابیل و ہابیل دونوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی ایک ایک نیاز پیش کی ہابیل کی نیاز مقبول ہوگئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی، اس لئے کہ جس معاملہ میں نیاز پیش کی گئی تھی اس میں ہابیل حق پر تھا، قابیل نے اپنی ہار کی وجہ سے جھلا کر ہابیل سے کہا کہ میں ضرور تجھے قتل کردوں گا ہابیل نے جواب دیا اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کیلئے ہرگز ہاتھ نہیں بڑھاوں گا، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ کوئی گناہ کا کام ہوجائے تو میرے اور تیرے دونوں کے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لے۔

بہرحال قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا، قابیل قتل کے بعد حیران ہوگیا کہ اب لاش کو کیا کرے؟ اس لئے کہ یہ دونوں بھائی دنیا کے پہلے انسان کے پہلے بیٹے تھے، اور اب تک دنیا میں نہ کسی کا قتل ہوا تھا اور نہ کسی نے موت کا منہ دیکھا تھا، اس طرح کسی کے قتل یا موت پر کیا کرنا چاہئے؟ اس کی کوئی مثال قابیل کے سامنے موجود نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے حل کیلئے یہ تدبیر فرمائی:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ

(۳۱:المائدہ)

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا وہاں بھیجا کہ وہ چونچ اور پنجوں سے زمین کو کھودتا تھا اور کھود کر ایک دوسرے کوے کو کہ وہ مرا ہوا تھا، اس گڑھے میں ڈھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا تھا تاکہ وہ کوا اس قابیل کو تعلیم کردے کہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طریقہ سے چھپادے؟ قابیل یہ واقعہ دیکھ کر اپنے جی میں بڑا نادم اور شرمندہ ہوا کہ مجھ کو کوے کے برابر بھی سمجھ نہیں اور حسرت سے

کہنے لگا کہ افسوس میری حالت پر کہ کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوگیا کہ اس کوے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا؟

غور فرمایئے کہ جس کوے نے انسان کو تدفین کرنا سکھایا وہ کوا ایک نفع بخش کوا ثابت ہوا، قابیل نے اپنے ہاتھ سے قتل کئے ہوئے بھائی کو دفن کرنے کیلئے کوے سے سبق حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نے نفع پہنچانے والے اس کوے کا تذکرہ قیامت تک باقی رہنے والی آخری آسمانی کتاب میں باقی رکھا'

ایک کتے نے نوجوانوں کی ایک جماعت کی نگہبانی کی
نفع بخش کتے کا تذکرہ قیامت تک کیلئے باقی رہ گیا

اصحاب کہف جس شہر میں تھے اس شہر میں رہ کر ان کیلئے اللہ کی عبادت کرنا اس لئے دشوار ہوگیا تھا کہ اس شہر کا بادشاہ ظالم بھی تھا اور بت پرست بھی، چنانچہ اصحاب کہف نے اس شہر کو چھوڑ کر ایک غار میں پناہ لی، جب یہ نوجوان (اصحاب کہف) شہر چھوڑ کر جارہے تھے تو ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہوگیا، جب یہ غار میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کردی، وہ تین سو نو برس تک اسی حالت میں رہے، اس طویل عرصہ تک وہ کبھی دائیں کروٹ بدلتے اور کبھی بائیں کروٹ بدلتے اور غار کی دہلیز پر وہ وفادار کتا اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے بیٹھا تھا۔ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ o

قابل غور بات یہ ہے کہ جس کتے نے تین سو نو برس تک غار کی دہلیز پر رہ کر جن اہل ایمان نوجوانوں کی گویا نگرانی کی اللہ تعالیٰ نے اس نفع بخش کتے کے تذکرہ کو اپنی آخری کتاب میں قیامت تک کیلئے محفوظ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتے کا تذکرہ سورۂ کہف کی آیت نمبر (۱۸) میں فرمایا

چیونٹی نے اپنی ساتھی چیونٹیوں کی جان بچائی نفع بخش جملہ قیامت تک کیلئے محفوظ

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا،

قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۱۸: النمل)

''اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالے''

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں وغیرہ کی بولی جاننے کا خصوصی علم دیا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کا یہ جملہ سمجھ گئے اور چیونٹی کی اس ہوشیاری اور احتیاط پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کیا۔

غور فرمایئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی ایک چھوٹی سی کمزور مخلوق جس کو چیونٹی کہا جاتا ہے اس چیونٹی نے اپنی جیسی ہزاروں چیونٹیوں کی جان بچانے کی خاطر جو جملہ کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس نفع بخش جملے کو اپنی آخری کتاب میں قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا، جب ایک چیونٹی کا نفع بخش یہ جملہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہے تو ایمان والے انسانوں کا نفع بخش جملہ کس قدر محبوب ہوگا؟ قرآن مجید کی ایک مکمل سورت چیونٹی ہی کے نام سے ہے جس کو سورۃ النمل کہا جاتا ہے،

نفع بخش پرندہ کا قرآن مجید میں ذکر ہدہد دین کی دعوت کا ذریعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے علاوہ جنات، جانور اور پرندوں وغیرہ پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی، ظاہر ہے کہ حکمرانی کا اصول یہ ہے کہ بادشاہ اپنی رعایا کے ہر طبقہ کی نگرانی کرتا ہے اور وہ اس کے فرائض میں داخل ہے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی رعایا کے پرندوں کی حاضری لی تو اس میں ہدہد نامی پرندہ غائب تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا،

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ ۝ لَاُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْداً اَوْلَا اَذْبَحَنَّهُ اَوْلَيَاتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (النمل: ۲۱)

''کیا بات ہے کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھ رہا ہوں کیا کہیں غائب ہوگیا ہے؟ اور جب معلوم ہوگیا کہ واقعی وہ غائب ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کو غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا یہ کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی صاف دلیل یا کوئی عذر پیش کر دے''

ایسی صورت میں میں اس کو چھوڑ دوں گا، تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی میں آپ کے

پاس قبیلۂ سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں، میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کے پاس بادشاہی کے لوازمات میں سے ہر قسم کا ساز و سامان حاصل ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے، لیکن اس کی دینی حالت یہ ہے کہ یہ عورت اور اس کی قوم کے لوگ ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سن کر ہد ہد سے کہا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے اچھا میرا یہ خط لے جا اور اس کو ان کے پاس ڈال دینا پھر ذرا وہاں سے ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں؟ پھر تو یہاں واپس چلا آنا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس نامی اس ملکہ کے نام ایک خط لکھا، ہد ہد اس خط کو اپنی چونچ میں دبائے لے چلا اور بلقیس کے پاس ڈال دیا، بلقیس نے اس خط کو پڑھا اور اپنے سرداروں کو مشورہ کیلئے جمع کیا اور کہا کہ اے اہل دربار! میرے پاس ایک نہایت ہی باوقعت اور عظیم الشان خط ڈالا گیا ہے اور وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس تابعدار ہو کر چلے آؤ، بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار! تم مجھ کو میرے اس معاملہ میں رائے دو۔

بہرحال یہ ایک طویل قصہ ہے جس کو آپ سورۂ نمل کی آیت نمبر (۲۰ تا ۴۴) کی تفسیر میں دیکھ لیں، یہاں ہد ہد کے تذکرہ سے یہ بتلایا مقصود ہے کہ جو ہد ہد ایک بادشاہِ وقت اور نبی وقت کی طرف سے وقت کی ملکہ کے پاس دین کی دعوت پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے ایسے نفع بخش پرندہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ اپنی ایسی آخری کتاب میں فرماتے ہیں جو کتاب دنیا کے آخر دن تک محفوظ رہے گی۔

ساری انسانیت کیلئے شفا کا ذریعہ بننے والی شہد کی مکھی کا تذکرہ

قرآن مجید میں ایک سورت ہے جس کا نام سورۃ النحل ہے، النحل کے معنی شہد کی مکھی کے ہیں، سورۂ نحل کی آیت نمبر (۶۸ اور ۶۹) میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

وَ أَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتاً وَّمِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ o ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ o

''اور یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر یعنی چھتہ بنالے اور درختوں میں بھی اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں بھی چھتہ لگالے، چنانچہ ان سب موقعوں پر شہد کی مکھی چھتہ لگاتی ہے، پھر ہر قسم کے مختلف پھلوں سے جو تجھ کو مرغوب ہوں چوستی پھر، پھر چوس کر چھتہ کی طرف واپس آنے کیلئے اپنے رب کے راستوں میں چل، جو تیرے لئے باعتبار چلنے کے اور یاد رہنے کے آسان ہیں'' چنانچہ بڑی دور سے راستہ بھولے بغیر شہد کی مکھی اپنے چھتہ کی طرف لوٹ آتی ہے پھر جب اپنے چھتہ کی طرف لوٹتی ہے تو اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے یعنی شہد جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں، اس شہد میں لوگوں کی بہت سی بیماریوں کیلئے شفاء ہے اس میں بھی ان لوگوں کیلئے توحید کی بڑی دلیل ہے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

شہد کی مکھی اپنی عقل وفراست اور حسن تدبیر کے لحاظ سے تمام حیوانات میں ممتاز جانور ہے شہد کی مکھی ایک کمزور جانور ہے، لیکن اس کا نظم ونسق مثالی ہوتا ہے، شہد کی مکھیوں کی رانی تین ہفتوں کے عرصہ میں چھ ہزار سے بارہ ہزار تک انڈے دیتی ہے، یہ رانی دوسری تمام مکھیوں کو مختلف خدمات پر مامور کرتی ہے، شہد کی مکھی جو چھتہ تیار کرتی ہیں اس چھتہ میں بیس ہزار سے تیس ہزار تک خانے ہوتے ہیں، یہ مختلف قسم کے پھلوں اور پھولوں بالخصوص گنے پر بیٹھ کر ان کا رس چوستی ہیں جو رس ان شہد کی مکھیوں کے پیٹ میں شہد میں تبدیل ہوتا ہے یہ شہد ان مکھیوں کیلئے غذا ہے اور ہم انسانوں کیلئے یہ شہد لذت والی غذا بھی ہے اور دوا وشفاء بھی۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ جانور کتنے محبوب ہیں جو انسانوں کو نفع پہنچاتے ہیں؟ وہ نفع بخش شہد کی مکھی جو انسانوں کیلئے صحت بخش شہد تیار کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ذکر خیر اپنی زندۂ جاوید آخری کتاب میں فرماتے ہیں، قیامت تک جتنے لوگ قرآن مجید پڑھتے رہیں گے وہ نفع بخش شہد کی مکھی کو بھی یاد کرتے رہیں گے۔

طاقت بخش دودھ دینے والے جانوروں کا قرآن مجید میں تذکرہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ مادہ جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے اور اوپر دودھ ہو جاتا ہے

اوراس کے اوپر خون، پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کو الگ الگ ان کے مقامات میں تقسیم کردیتا ہے، خون کو الگ کر کے رگوں میں منتقل کردیتا ہے اور دودھ کو الگ کر کے جانوروں کے تھنوں میں پہنچادیتا ہے اوراب معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت میں نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان نفع بخش چوپایوں کا تذکرہ کیا ہے جن چوپایوں سے ساری انسانیت کو طاقت بخش، صاف ستھرا اور پاکیزہ دودھ میسر ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۂ نحل کی آیت نمبر (٦٦) میں یوں فرمایا:

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الأنْعَامِ لَعِبْرَة ، نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِى بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَبَناً خَالِصاً سَائِغاً لِلشّٰرِبِيْن o

''اور تمہارے لئے مویشی میں بھی غور درکار ہے، دیکھو ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون کا مادہ ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ بنا کر ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں'' قدرت کی کتنی بڑی نشانی ہے یہ کہ ایک جانور کے پیٹ میں خون بھی دوڑ رہا ہے اور گوبر بھی اس کے جسم میں ہے مگر خون کی رنگت سے پاک اور گوبر کی گندگی سے دور صاف وشفاف دودھ تھنوں کے ذریعہ انسانوں کو ملتا ہے۔

خون گوبر اور دودھ کو آپس میں ملنے سے بچانے والی ذات ایک ہی ہے وہ ہے اللہ......اور دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نفع دینے والے جانور اس قدر محبوب ہیں کہ ان کا تذکرہ اپنی آخری کتاب ہدایت میں فرماتے ہیں، اگر ایک جانور طاقت بخش غذا انسانوں کو فراہم کرے تو وہ اس قدر قابل ذکر بن جاتا ہے تو اگر ایک انسان دوسرے انسانوں کیلئے نفع بخش بن جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر قابل ذکر ہوگا؟

قارون کے دور کے نیک لوگوں کا وہ نفع بخش جملہ جو قرآن مجید میں محفوظ ہے

قارون بنی اسرائیل کے خاندان کا ایک فرد تھا جس کے پاس مال و دولت کے اس قدر خزانے تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں کئی زور آور شخصوں کو گرانبار کر دیتی تھیں روایتوں میں آتا ہے کہ قارون کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک عظیم الشان مدفون خزانہ مل گیا تھا۔

قارون مال کی کثرت کی وجہ سے غرور و گھمنڈ میں مبتلا تھا اس کے غرور و گھمنڈ کو دیکھ کر اس کی برادری کے چند لوگوں نے اس کو جو نصیحت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت کو یوں بیان فرمایا،

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ وَ ابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (۷۷:القصص)

”اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی بندوں کے ساتھ احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“

قارون کے دور کے جن لوگوں نے قارون کو نصیحت کی تھی، جس نصیحت میں لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا اور لوگوں کے حقوق کو پامال کر کے زمین میں فساد نہ کرنے کا حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس نفع بخش جملہ کو قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا۔

حضرت آسیہ کا نفع بخش جملہ

فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچہ کو اس خوف سے قتل کیا جا رہا تھا کہ کہیں وہ بچہ زندہ نہ رہ جائے، جو آگے چل کر فرعون کی سلطنت کو ختم کر دے گا، اسی زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا، اس دریا کی ایک شاخ فرعون کے محل میں جاتی تھی، وہ صندوق دریا کے کنارے آ گیا تو فرعون کے لوگوں نے وہ صندوق اٹھالیا اور فرعون کے سامنے پیش کیا، سورۂ قصص کی آیت نمبر (۹) میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا،

وَقَالَتْ اِمْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

”فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، یعنی اس کو دیکھ کر جی خوش ہوا کرے گا اس بچہ کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ بڑا ہو کر ہم کو کچھ فائدہ پہنچائے یا یہ کہ ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں“

واقعہ طویل ہے تاہم اس قدر تفصیل ہمارے موضوع کیلئے کافی ہے اس بات پر غور کرنے کیلئے کہ حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان بچانے کی غرض سے جو جملہ فرعون سے کہا تھا اور ہونے والے نبی کی جان بچانے کیلئے بڑی ہمت سے جو سفارش کی تھی اللہ تعالیٰ کو وہ سفارش اس قدر اچھی لگی کہ ہزاروں برس کے گزرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو اپنی آخری کتاب میں قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا۔

حضرت موسیٰ کے خلاف قتل کی سازش کی
خبر دینے والے کا نفع بخش جملہ قرآن مجید میں محفوظ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی شخص کو جو ایک اسرائیلی سے لڑ رہا تھا، ایک گھونسا مارا، اس گھونسہ سے اس کا کام تمام ہو گیا، اتفاق سے وہ مر ہی گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت پچھتائے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا، آپ معاف کر دیجئے، کسی طرح اس کی اطلاع فرعون کو ہو گئی، فرعون اپنی برادری کے آدمی کے مارے جانے پر برہم تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، ایک ایسے شخص کو اس وارنٹ کی اطلاع ہوئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا وہ دوڑتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں سو آپ یہاں سے نکل جایئے میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس خیر خواہ شخص کے اس جملہ کو قرآن مجید میں ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا ہے:

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ (۲۰: القصص)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دوسروں کی خیر خواہی میں کہے جانے والے جملے کس قدر محبوب ہیں؟ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم جب بھی کسی کے بارے میں کوئی خطرہ محسوس کریں کہ کوئی کسی کو تکلیف پہنچانے کا اِرادہ رکھتا ہے یا کوئی کسی کے قتل کی سازش کر رہا ہے تو ہم اس شخص کی جان بچانے کی تدبیر کریں اور دوڑ دھوپ کریں، عین ممکن ہے کہ ہمارا یہی عمل ہماری مغفرت کا باعث اور جنت میں داخل ہونے کا سبب بن جائے۔

ایذا رسانی سے بچانے کیلئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنا خواب اپنے بھائیوں کو بیان نہ کریں

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کے دس علاتی بھائی تھے، جن سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خطرہ تھا اور وہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام کے صرف ایک ہی حقیقی بھائی تھے، جن کا نام بنیامین تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں سجدہ کررہے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا یہ خواب اپنے ابا جان حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کو سننے کے بعد یوں فرمایا:

قَالَ يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاکَ عَلٰۤی اِخْوَتِکَ فَيَکِيْدُوْا لَکَ کَيْدًا(یوسف:۵)

''بیٹے! اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری ایذا رسانی کیلئے کوئی خاص تدبیر کریں گے''

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب اندازہ ہوگیا کہ ان کے دس بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے اندازہ لگالیں گے ان کے ماں باپ اور سارے بھائی آگے چل کر ان کے مطیع و فرمانبردار ہوجائیں گے اور اس اندازہ کے بعد حسد کی وجہ سے ان کے خلاف کوئی خاص تدبیر کریں گے، اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے خیر خواہی کے طور پر اپنے بیٹے کو نقصان سے بچانے کیلئے یہ جملہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے خیر خواہی پر مشتمل اس جملہ کو اپنی آخری کتاب میں محفوظ کردیا،

حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی کا وہ مشورہ جو نفع بخش ثابت ہوا

حضرت یوسف علیہ السلام کے علاتی بھائیوں نے باہمی مشورہ کے طور پر یہ گفتگو کی کہ یہ کیا بات ہے کہ یوسف اور ان کا حقیقی بھائی بنیامین ہمارے ابا جان کو زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ وہ دونوں کم عمری کی وجہ سے ان کی خدمت کے قابل بھی نہیں اور ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں کہ اپنی قوت و کثرت کی وجہ سے ان کی ہر طرح کی خدمت بھی کرتے ہیں، اس لئے یہ تدبیر کرنی چاہیے

کہ ان دونوں میں بھی زیادہ پیار یوسف سے ہے اس لئے اس کو کسی طرح ان کے پاس سے ہٹانا چاہئے یا تو یوسف کو قتل کرڈالو یا اس کو کسی دور دراز سرزمین میں ڈال آؤ، اس طرح تمہارے ابا جان کا رُخ خالص تمہاری طرف ہوگا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے دس علاتی بھائیوں نے آپس میں یہ گفتگو کی تو ان میں کے بڑے بھائی (جن کا نام یہودا تھا) نے ایک ایسا مشورہ دیا جو مشورہ بھی بظاہر حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں ظالمانہ ہے، مگر چونکہ یہودا کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت تھی اور یہودا کو یہ بھی خوف تھا کہ ان کے بھائی اس بات سے کم پر راضی بھی نہیں ہوں گے۔

چنانچہ یہودا نے ایک ایسا مشورہ دیا جو حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے وقتی طور پر تو تکلیف دہ تھا، مگر اسی میں ان کی ترقی کا راز پوشیدہ تھا۔ یہودا نے جنہیں دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں ہمدردی تھی یہ کہا،

قَالَ قَائِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ يَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّيَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ (۱۰ :یوسف)

ان بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو کہ وہ بڑا جرم ہے اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو جس میں اتنا پانی نہ ہو جس میں ڈوبنے کا خطرہ ہو کیونکہ وہ تو قتل ہی کی ایک صورت ہے، البتہ بستی اور رہ گذر سے وہ کنواں بہت دور بھی نہ ہوتا کہ کوئی راہ چلتا مسافر نکال لے جائے، اگر تم کو یہ کام کرنا ہی ہے تو اس طرح کرو جب یہودا نے یہ رائے دی تو سارے بھائیوں نے اس پر اتفاق کیا اور یہودا کی اسی رائے کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی جان بچی اور یہ نفع بخش جملہ قرآن مجید میں ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیا گیا۔